

میرے سامنے جلوہ فرمائو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے آپ کی امت کے ہاتھوں کیسی کیسی کھروپوں اور دشمنیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: «تم ان کیلئے بدعا کرو»، تو میں نے (صرف اتنا) کہا کہ: اللہ مجھے ان کے بدالے میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے اور ان کو میرے بدالے میں کوئی برا (امیر) دے۔

سید رشی کہتے ہیں کہ: «آود» کے معنی ٹیڑھاپن اور «لکد» کے معنی شمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فضیح کلام ہے۔  
---☆☆--

### خطبہ (۶۹)

اہل عراق کی مذمت میں فرمایا

اے اہل عراق! تم اس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے کرتے تو مرا ہوا بچہ گردے اور اس کا شوہر بھی مرچکا ہوا اور رنڈا پے کی مدت بھی دراز ہو چکی ہوا اور (قریبی نہ ہونے کی وجہ سے) دُور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں۔

بخدا! میں تمہاری طرف بخوبی نہیں آیا، بلکہ حالات سے مجبور ہو کر آگیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ: علیٰ کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے! ( بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں؟ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں، یا اس کے نبی پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہر گز نہیں! بلکہ وہ ایک ایسا انداز کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی الیت تھی۔ خدا تمہیں سمجھے! میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کیلئے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔ ”(ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لو گے۔“

--☆☆--

رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَاذَا لَرَقِيْتُ مِنْ أُمَّتِكَ مِنْ الْأَوَدِ وَ الْلَّدَدِ؟ فَقَالَ: «اَدْعُ عَلَيْهِمْ»، فَقُلْتُ: أَبْدَلْنِي اللَّهُ بِهِمْ حَيْدًا مِنْهُمْ، وَ أَبْدَلْهُمْ بِنِي شَرًّا هُمْ مِنْيٌ.

یعنی بِ«الْأَوَدِ»: الْإِغْوَاجَحُ، وَ بِ«الْلَّدَدِ»: الْحَصَامُ. وَهَذَا مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ۔  
-----☆☆-----

(۶۹) وَمِنْ حَكْلَةٍ لَهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

فِي ذِيْمَرِ أَهْلِ الْعِرَاقِ  
أَمَّا بَعْدُ، يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَالْبُرَأَةِ الْحَامِلِ، حَمَلْتُ فَلَمَّا أَتَيْتُ أَمْلَاصَتُ، وَ مَاتَ قَيْمِهَا، وَ طَالَ تَائِيْمِهَا، وَ وَرِثَهَا أَبْعَدْهَا.

أَمَا وَاللَّهِ! مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا، وَ لِكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ سَوْقًا، وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: عَلَىٰ يَكْذِبُ، قَاتَلَكُمُ اللَّهُ! فَعَلَىٰ مَنْ أَكْذِبُ؟ أَعَلَى اللَّهِ؟ فَإِنَّا أَوْلُ مَنْ أَمَنَ بِهِ! أَمْ عَلَى نَبِيِّهِ؟ فَإِنَّا أَوْلُ مَنْ صَدَقَهُ! كَلَّا وَ اللَّهُ! وَ لِكِنَّهَا لَهْجَةٌ غَبْتُمْ عَنْهَا، وَ لَمْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهَا، وَ يُلْمِهِ، كَيْنًا لِغَيْرِ شَيْءٍ! لَوْ كَانَ لَهُ وِعَاءً، وَ لَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينِ).

-----☆☆-----

۴۔ تھیکم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابروں مکلوں کا جواب دینے میں سستی و بدملی کا مظاہرہ کیا تو ان کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفين کے موقعہ پران کی فریب خور دیگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں:

- ۱۔ وہ حاملہ ہو: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ لڑنے بھڑنے کی پوری پوری صلاحیت واستعداد رکھتے تھے۔ اس باخوج عورت کے مانند نہ تھے کہ جس سے کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔
- ۲۔ مدت حمل پوری کرچکی ہو: یعنی تمام کھنن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔
- ۳۔ از خود حمل کو ساقط کر دیا ہو: یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اتر آئے اور ان میں مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو سمیٹ لیا۔
- ۴۔ اس کے رہا پے کی مدت دراز ہو: یعنی ان کی حالت ایسی ہو گئی جیسے ان کا کوئی سر پرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں۔
- ۵۔ بیگانے اس کے وارث ہوں: یعنی اہل شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جمارے ہے میں کہ جوان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

